بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام کا نظام تکافل

(اسلامی انشورنس کے بنیادی خطوط)

اختر امام عادل قاسمی

مہتمم جامعہ ربانی منوروا شریف، ضلع سمستی پور بہار

شائع کردہ

جامعہ ربانی منوروا شریف، سمستی پور بہار

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام ایک ہمہ گیراور مستقل نظام حیات کا نام ہے،اس کے پاس زندگی کے ہر مرحلے کے لئے مکمل ،اطمینان بخش اورقابل عمل ہدایات موجود ہیں،اس کو اپنی رہنمائی کے لئے کسی مصنوعی نظام حیات سے مدد لینے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ صدیوں کا مشاہدہ اور تجربہ یہ ہے کہ ہر دور میں مصنوعی نظام نے اپنی ساخت،استحکام اور معنویت کے لئے اسلامی اصول وکلیات کا سہارالیا ہے،......

انشورنس کا آغاز

ادھر چند دہائیوں سے انشورنس کا مسئلہ کافی حساس نوعیت کا حامل ہوگیا ہے،اورکسی بھی نظام اجتماع کے لئے اس کی بے حد ضرورت محسوس کی جارہی ہے،اگرچیکہ اس کی اصل تاریخ بہت قدیم ہے،چودھویں صدی عیسوی بلکہ پیشتر سے اس کا سرا جڑا ہوا ہے،بعض تاریخی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ قبل مسیح ۹۱۶ ہی میں اس کو باقاعدہ سسٹم کی صورت حاصل ہوگئی تھی ،اور بحری سفر میں اس نظام سے استفادہ کیا جاتا تھا،قدیم روما کی تاریخ میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے، کہتے ہیں کہ چین میں اس کی تاریخ پانچ ہزار سالہ (۵۰۰۰) قدیم ہے،عرب کی تاریخ جاہلی میں تجارتی اسفار کے ضمن میں ابن خلدون نے اس کا تذکرہ کیا ہے، کہ قافلہ میں کسی ساتھی کا اونٹ ہلاک ہوجاتا یا کسی کوغیر متوقع شدید تجارتی نقصان درپیش آتا تو دوسرے ساتھی نقصان کی تلافی کے پابند ہوتے تھے،اس طرح باہمی تعاون سے ان کا کاروبار چلتا تھا(مقدمہ ابن خلدون ص ۳۵۵ مطبوعہ دارالشعب)

علامہ شامیؒ نے بھی ’’مستامن‘‘ کی بحث کے ذیل میں ’’سوکرہ‘‘ کے نام سے اس کا ذکر کیا ہے،(ردالمحتار ۴/۱۷۰)

انشورنس کی ابتدائی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا آغاز تعاون باہم کے جذبہ سے ہوا تھا،بعد میں اس کو منفعت بخش تجارت میں تبدیل کردیا گیا،اسی لئے ابتدائی دور میں یہ ایک سادہ قسم کی چیز تھی اور ہر طرح کی خرابیوں سے پاک تھی ،بعد کے ادوار میں جب اس پاک جذبہ کا استحصال شروع ہوا اور یہودی لابیوں کی کوششوں سے اس کو زیادہ سے زیادہ مال کمانے کا ذریعہ بنالیا گیا،تو اس میں ربا،قمار،ظلم اور فریب کے عناصر بھی شامل ہوتے گئے، جب

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تک یہ سادہ حالت میں تھا موضوع بحث نہیں تھا، ناجائز عناصر کی شمولیت کے بعد یہ موضوع بحث بن گیا، اس کا مطلب ہے کہ اگر آج بھی بیمہ کو اس کی اصل حالت میں واپس لایا جائے اور فاسد عناصر سے پاک کردیا جائے تو ساری بحث ختم ہو جائے گی، اور ہر شخص کے لئے قابل قبول ہوگا۔

متبادل اسلامی انشورنس کی ضرورت

آج عالمی طور پر اس کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے کہ ان بنیادوں کو دریافت کیا جائے جن پر اسلامی انشورنس کی تشکیل کی جاسکے، اور ایک بہتر تکافلی نظام کی تعمیر ہو سکے، کہ ایک ترقی یافتہ معاشرہ کے لئے اس کی بہت اہمیت ہے ۔

اسلامی تعلیمات میں تکافل کی بنیادیں

اسلامی تعلیمات میں اس کی بنیادیں موجود ہیں:

تعاون باہم

(الف) اسلام تعاون باہم اور تبرع وایثار کا سب سے بڑا وکیل ہے، قرآن وحدیث کی بے شمار نصوص میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون، ایثار اور محبت وخلوص کی تلقین کی گئی ہے، مثلاً

☆تعاونوا علی البر والتقویٰ ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان (مائدہ:۲)

ترجمہ: نیکی اور تقوی کے کاموں میں تعاون کرو، ظلم وگناہ کے کاموں میں تعاون مت کرو۔

☆إنما المؤمنون إخوۃ (حجرات:۱۰)

ترجمہ: تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔

ویسألونک ماذاینفقون قل العفو (بقرۃ:۲۱۹)

ترجمہ: لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں آپ فرمادیں کہ عفو (ضرورت سے زائد مال) میں سے خرچ کرو۔

☆دولت کو دانت سے پکڑنے والوں کو قرآن متنبہ کرتا ہے:

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولاینفقونھا فی سبیل اللّٰہ فبشرھم بعذاب الیم ،یوم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یحمیٰ علیھافی نارجھنم فتکویٰ بھاجباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ماکنزتم لانفسکم فذوقوا ماکنتم تکنزون (توبہ:۳۴،۳۵)

ترجمہ: جولوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں صرف نہیں کرتے، ان کو دردناک عذاب کی بشارت سنادیں، جس دن یہ مال جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا، یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا، پس چکھو جمع کرنے کا مزہ۔

دولت اللہ کی بڑی نعمت ہے مگر اس سے زیادہ آزمائش بھی ہے، حدیث میں آتا ہے کہ

لن تزول قدما عبد حتی یسأل عن أربع ......وعن مالہٖ من أین إکتسبہٗ وفیماأنفقہ‘ (المعجم الکبیر للطبرانی ۲۰/۲۶۸ نیٹ)

ترجمہ: ابن آدم کے قدم کل روز قیامت رب العالمین کے سامنے سے ہٹ نہیں سکیں گے جب تک کہ وہ چار سوالات کے جوابات نہ دے لے......(ان میں ایک سوال یہ ہوگا کہ)...... مال تم نے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ماآمن بی من بات شبعان وجارہٗ جائع وھو یعلم (المجمع للھیثمی ۸/۱۶۷ بحوالہ طبرانی کبیر، مسند احمد ۸/۴۸۶

ط الرسالۃ، کنزالعمال فی سنن الاقوال والاعمال ۹/۵۳ ط الرسالۃ)

ترجمہ: اس کا ایمان کامل نہیں جو رات میں آسودہ ہوکر سوئے اور اسے معلوم ہو کہ اس کا پڑوسی بھوکا ہے۔

ایک موقعہ پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من کانت لہٗ فضل ارض فلیزرعھا او لیمنحھا اخاہ فان ابیٰ فلیمسک ارضہ‘ (صحیح مسلم باب کراء الارض ۵/۱۹ حدیث نمبر ۳۹۹۹ ط بیروت)

ترجمہ: جس کے پاس زائد زمین ہو وہ کاشت کرے یا اپنے بھائی کو دے دے، اگر اس کی خلاف ورزی کرے تو اس کی زمین روک لی جائے۔

ارشاد نبوی ہے:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

من کان معهٗ فضل ظهر فلیعد بہٖ علیٰ من لاظهر لهٗ ومن کان لهٗ فضل زاد فلیعد بہٖ علیٰ من لازاد لهٗ (صحیح مسلم باب استحباب المواساۃ بفضول المال ۵/ ۱۳۸ حدیث نمبر ۳۲۵۸، صحیح ابن حبان ۱۲/ ۲۳۸ ط مؤسسۃ الرسالۃ)

ترجمہ: جس کے پاس زائد سواری ہو وہ اس کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں ہے اور جس کے پاس زائد کھانا ہو وہ اس کو کھانا حوالہ کردے جس کے پاس کھانا نہیں ہے

مؤمن کی شان

☆ ایک مؤمن کو دنیا میں اس طرح رہنا چاہئے کہ ساری کائنات اس سے مستفید ہو، امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا:

فلایغرس المسلم غرساً فیاکل منه انسان ولادابة ولاطیر إلاکان لهٗ صدقة یوم القیامة (صحیح مسلم باب فضل الغرس والزرع ۸/ ۱۷۹، حدیث نمبر ۲۹۰۳)

ترجمہ: مسلمان کوئی پودا لگائے پھر اس سے کوئی انسان، جانور یا پرندہ کھائے تو وہ اس کے لئے کل روز قیامت صدقہ بنے گا۔

عام انسانی بنیادوں پر امداد باہم

(ب) غریبوں، مسکینوں، یتیموں اور ضرورت مندوں کے شخصی امداد و تعاون پر تو نصوص بھری پڑی ہیں لیکن عام انسانی ضرورت کے وقت امداد باہم کے سلسلے کی ہدایات بھی کم نہیں ہیں، بطور نمونہ میثاق مدینہ کی چند دفعات کی طرف ہم اشارہ کرتے ہیں جو ہجرت کے بعد سرکار دو عالم ﷺ کے حکم سے مسلمانوں اور یہودیوں کے لئے تیار کی گئی تھی،

☆المهاجرون من قریش علیٰ ربعتهم یتعاقلون بینهم وهم یفدون عانیهم بالمعروف والقسط بین المسلمین (سیرت ابن ہشام ۱/ ۵۰۱، الروض الانف للسہیلی ۲/ ۳۴۵، عیون الاثر لابن سید الناس ۱/ ۲۶۰، النہایۃ فی غریب الاثر لابن محمد الجزری ۳/ ۵۳۴)

ترجمہ: مہاجرین قریش اپنی سابقہ حالت پر برقرار رہیں گے اور آپس میں ایک دوسرے کی دیت ادا کریں گے اور اپنے قیدیوں کا فدیہ مسلمانوں کے درمیان معروف طریقے پر حق وانصاف کے ساتھ ادا کریں گے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس کے بعد اوس وخزرج اور انصار کے دیگر قبائل کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ان کو باہم ایک دوسرے کا مددگار قرار دیا گیا ہے، اس کو ہم قبائلی تکافل کہہ سکتے ہیں۔

☆إن المؤمنين لايتركون مفرحاً بينهم أن يعطوه بالمعروف في فداء اوعقل (حوالہ بالا)

ترجمہ: مسلمانوں کو بوجھل اور مایوس نہیں چھوڑا جائے گا بلکہ ان کا فدیہ اور دیت سب ملکر ادا کریں گے۔

یہ مسلمانوں کے مابین تکافلی نظام کا قیام ہے،

☆وإن المؤمنين المتقين علىٰ من بغىٰ منهم أوابتغىٰ دسيعة ظلم أوإثم أو عدوان أوفساد بين المؤمنين وأن أيديهم عليه جميعاً ولوكانولد أحدهم (حوالہ جات سابقہ)

ترجمہ: متقی مسلمان باغیوں اور ظالموں کے ظلم وگناہ اور فساد وطغیان کے خلاف مضبوط دیوار ہونگے، سب کی قوت ایک مانی جائے گی چاہے ان میں سے کسی کا کوئی بچہ ہی کیوں نہ ہو۔

یہ بھی اجتماعی تکافل کی ایک نظیر ہے کہ ظلم وعدوان کے خلاف تمام مسلمانوں کو صف واحد میں کھڑا کردیا گیا،

☆وإن المؤمنين بعضهم موالي بعض دون الناس (حوالہ بالا)

ترجمہ: مسلمان دوسرے لوگوں کے مقابلے میں باہم ایک دوسرے کے مددگار رہونگے۔

یہ بھی مسلمانوں کے تکافل اجتماعی کا ایک نمونہ ہے۔

☆وإنهٔ من تبعنا من يهود فإن لهٔ النصر والاسوة غير المظلومين ولامتناصرين عليهم (الروض الانف ۲/ ۳۴۵)

ترجمہ: جو یہود ہمارے حمایتی ہونگے ان کو یکساں طور پر امداد واستحقاق حاصل ہوگا ان پر کوئی ظلم نہیں ہوگا اور نہ ان کے خلاف کسی کی مدد کی جائے گی۔

یہ خطہ کی بنیاد پر اجتماعی تکافل کی مثال ہے۔

☆وإن كل غازية غزت معنا يعقب بعضهم بعضاً (حوالہ بالا)

ترجمہ: جو جماعت ہمارے ساتھ جہاد میں نکلنے کی خواہشمند ہے ان میں باہم ترتیب قائم ہوگی، اور وہ یکے بعد دیگرے نکلیں گے۔

یہ حربی حالات میں اجتماعی تکافل کی صورت ہے، ظاہر سی بات ہے کہ ترتیب قائم ہو جانے کے بعد جو لوگ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جنگ میں نہیں جائیں گے وہ ان لوگوں کے گھروں کی ضروریات کا خیال رکھیں گے جو جنگ میں جا چکے ہیں۔

☆وإن المؤمنين يبيء بعضهم علىٰ بعض بمانال دمائهم في سبيل الله(حوالہ بالا)

ترجمہ: راہ خدا میں شہادت کی صورت میں مسلمان ایک دوسرے کی مکافات برابر طور پر کریں گے۔

یہ بھی جہاد کے حالات میں باہم تعاون کی صورت ہے۔

☆وإنهٗ من اغتبط مؤمناً قتلاً عن بينة فإنهٗ قود بهٖ إلاان يرضىٰ ولى المقتول وإن المؤمنين عليه كافة ولايحل لهم إلا قيام عليه(حوالہ بالا)

ترجمہ: جو کسی مؤمن کو بلاقصور قتل کر دے، اور ثبوت قتل موجود ہو تو اس کا قصاص لیا جائے گا الا یہ کہ مقتول کے اولیاء راضی ہو جائیں اور یہ ذمہ داری تمام مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے اور ان کے لئے نظام قصاص کے قیام کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔

مظلوموں کی امداد کے مسئلہ پر یہ اجتماعی تکافل کی بہترین نظیر ہے۔

☆وإن اليهود ينفقون مع المؤمنين مادامو محاربين(حوالۂ سابقہ)

ترجمہ: جنگی حالات کے دوران یہود مسلمانوں کی مالی امداد جاری رکھیں گے۔

☆وإن بينهم –بين المسلمين واليهود–النصر علىٰ من حارب أهل هذهٖ الصحيفة (حوالہ سابقہ)

ترجمہ: مسلمان اور یہودی باہم تعاون کے پابند ہونگے ان لوگوں کے خلاف جو اس میثاق میں شامل فریقوں سے برسر پیکار ہوں۔

☆وإن بينهم النصح والنصيحة(حوالہ بالا)

ترجمہ: ان کے درمیان باہم ہمدردانہ اور خیرخواہانہ جذبات کارفرما رہیں گے۔

☆وإن بينهم النصر على من دهم يثرب(حوالہ بالا)

ترجمہ: مدینہ منورہ پر یلغار کرنے والوں کے خلاف یہ باہم ایک دوسرے کے تعاون کے پابند ہونگے۔

غرض اس میثاق میں تعاون باہم اور تکافل اجتماعی کیلئے پورا خاکہ موجود ہے، اس میں دیت کی ادائیگی، قیدیوں کی رہائی، قرض یا کمرتوڑ اخراجات کے بوجھ سے دبے ہوئے انسانوں کی امداد، ظلم وفساد کا دفاع وغیرہ مختلف

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مشکل مراحل کے لئے اجتماعی تعاون وتکافل کی بنیادیں مہیا کی گئی ہیں، اسی طرح یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اس کے لئے مذہب، خطہ، زبان یا پیشہ کسی بھی چیز کو اساس بنایا جا سکتا ہے۔

انشورنس کے مقاصد

انشورنس کے بنیادی مقاصد تین ہیں ۱-خطرات سے تحفظ اور ذہنی اطمینان ۲-مصیبت کے وقت ایک دوسرے کا تعاون، ۳-مستقبل کے لئے احتیاطی تدابیر شریعت اسلامیہ میں ان تینوں کے لئے پوری گنجائش موجود ہے بشرطیکہ ان میں ناجائز عناصر کی آمیزش نہ ہو:

تحفظ واطمینان

انسان فطری طور پر امن پسند واقع ہوا ہے، ہر شخص کی یہ آرزو ہوتی ہے کہ اسے ایسی جگہ اور ایسا ماحول نصیب ہو جہاں وہ مکمل اطمینان وسکون ک ساتھ رہ سکے، جہاں اس کی جان ومال کو کوئی خطرہ نہ ہو، جس جگہ وہ پوری آزادی اور بےفکری کے ساتھ اپنی ترقی کی رفتار کو جاری رکھ سکے، اسلام نے انسان کی اس فطری خواہش کو رد نہیں کیا ، بلکہ قرآن کریم میں اس کا ایک نعمت خداوندی کے طور پر ذکر کیا گیا ہے:

﴿فلیعبدوا رب هذا البیت ،الذی أ طعمهم من جوع و آمنهم من خوف ﴾(سورہ قریش:)

ترجمہ: پس چاہئے کہ لوگ اس گھر کے پروردگار کی عبادت کریں جس نے ان کو کھانا دے کر بھوک سے اور امن عطا فرما کر خوف سے نجات عطا فرمائی۔

حضرت ابراہیمؑ نے بلد حرام کے لئے امن کی دعا فرمائی:

﴿و إذقال ابراهیم رب اجعل هذا البلد آمنا﴾(سورہ ابراہیم:۳۵)

ترجمہ: اس وقت کو یاد کریں جب حضرت ابراہیمؑ نے دعا مانگی، پروردگار! اس شہر کو امن والا شہر بنا دیجئے۔

ایک حدیث پاک میں ارشاد ہے:

من أصبح منکم معافاً فی جسدہٖ آمناً فی سربہٖ وعندہٗ قوت یومہٖ فکانما حیزت لہٗ الدنیا

(سنن ابن ماجہ کتاب الزہد باب القناعۃ ص ۱۳۸۷، حدیث نمبر ۴۱۴۱)

ترجمہ: جس کی صبح اس حال میں ہو کہ جسمانی تکلیف سے آزاد اور نجی زندگی میں پر امن ہو اور اس کے پاس اس دن کی رزق موجود ہو تو گویا اسے ساری دنیا حاصل ہو گئی۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

☆اسی طرح قرآن کریم کی متعدد نصوص میں بقائے امن اور خطرات سے تحفظ کے لئے احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی ہدایات دی گئی ہیں، ارشاد ہے:

﴿یا أیها الذین آمنوا خذوا حذرکم فانفروا ثبات أو انفروا جمیعاً﴾(سورہ نساء:۷۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے تحفظ کا سامان اختیار کرو، یا تو سب الگ الگ نکلو یا ایک ساتھ نکلو۔

﴿وانفقوا فی سبیل الله ولاتلقوا بایدیکم إلی التهلکةوأحسنوا إن الله یحب المحسنین﴾(سورہ البقرہ:۱۹۵)

ترجمہ: راہ خدا میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھ تباہی کی طرف مت بڑھاؤ اور حسن عمل اختیار کرو اللہ پاک نیکو کاروں کو پسند فرماتے ہیں۔

علاوہ ازیں شریعت اسلامیہ کی بے شمار ہدایات موجود ہیں جن میں ایک محفوظ اور پر امن سوسائٹی کی تشکیل پر زور دیا گیا ہے، جس میں ہر شہری کو اپنے حقوق کے معاملے میں مکمل تحفظ حاصل ہو، خلافت الٰہی کی ضرورت اسی لئے ہے، خلیفۂ وقت ملک میں اسی نظام کو نافذ کرنے کا پابند ہے، جس میں شریعت کی روشنی میں امن وامان کا ماحول بنایا گیا ہو، انسانی سوسائٹی اور حیوانی سوسائٹی میں یہی چیز خط امتیاز بنتی ہے، اگر انسانی معاشرہ بھی امن وامان اور نجی تحفظات سے محروم ہو تو اس میں اور حیوان میں کیا فرق رہ جائے گا؟

خطرات سے تحفظ کے لئے تعاون باہم

انسانی زندگی ہر وقت خطرات کے دہانے پر ہے، اور اس سے کوئی فرد مستثنیٰ نہیں ہے، اسی لئے تنظیمی زندگی کی بڑی اہمیت ہے، خطرات یا نقصانات کا مقابلہ ایک فرد کے لئے مشکل ہے، لیکن یہی بوجھ پوری جماعت پر تقسیم کر دیا جائے تو آسان ہو جاتا ہے، اسلام نے جائز مقاصد کے لئے ایک دوسرے کے تعاون کا حکم دیا ہے، قرآن کریم میں ہے

﴿وتعاونوا علی البر والتقویٰ ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان﴾سورہ المائدۃ:۲)

ترجمہ: نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی مدد کرو، ظلم وگناہ میں تعاون مت کرو۔

تعاون اپنے وسیع معنیٰ میں اسلامی سوسائٹی کی بنیاد ہے، اس میں مالی، بدنی، اخلاقی ہر قسم کا تعاون داخل ہے، اسلامی سوسائٹی میں جس طرح مصیبت کے وقت تعاون مطلوب ہے اسی طرح خطرات کی پیش بندی کے لئے بھی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تعاون پسندیدہ چیز ہے، خطرہ فقر وفاقہ کا ہو، کساد بازاری کا ہو، تجارتی نقصانات کا ہو، جان کو درپیش ہو یا مال کو، جسمانی صحت متأثر ہوتی ہو یا عزت وآبرو، کسی بھی قسم کا خطرہ ہو، اگر اس کی پیش بندی کے لئے جائز طریق اختیار کیا جاتا ہے تو ایک دوسرے کا تعاون کیا جانا چاہئے، کہ اس سے فرد کی زندگی اور جماعت کی ترقی وابستہ ہے، سنت نبوی میں اس کی بہترین مثال نہد والی روایت ہے جس کو امام بخاریؒ اور دیگر کئی ائمۂ حدیث نے نقل کیا ہے:

عن أبی موسی قال قال النبی ﷺ أن الأ شعریین إذا أرملوا فی الغزو أو قل طعام عیالهم بالمدینة جمعوا ما كان عندهم من ثوب واحد ثم اقتسموا بینهم فی إناء واحد بالسویة فهم منی وأنا منهم

(صحیح البخاری، کتاب الشرکۃ باب الشرکۃ فی الطعام والنہد والعروض، حدیث نمبر ۲۴۲۲ ص ۳۳۸ ج ۱)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قبیلۂ اشعر کے لوگ جنگ کے مواقع پر غذائی اشیاء کی کمی محسوس کرتے تو جس کے پاس جو ہوتا ایک کپڑے میں جمع کر لیتے، پھر باہم ایک برتن سے برابر برابر تقسیم کر لیتے، پس وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

ایک دوسری روایت حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے ہے وہ نقل کرتے ہیں:

خفت أزواد القوم واملقوا فأتوا النبی ﷺ فی نحر إبلهم فأذن لهم فلقیهم عمر فأخبروه فقال ما بقاؤكم بعد ابلكم فدخل علی النبی ﷺ فقال یا رسول الله ما بقاؤهم بعد ابلهم فقال رسول الله ﷺ ناد فی الناس یأتون بفضل أزوادهم فبسط لذلک نطع وجعلوه علی النطع فقام رسول الله ﷺ فدعا وبرک علیه ثم دعاهم باوعیتهم فاحتثی الناس حتی فرغوا ثم قال رسول الله ﷺ اشهد أن لا إله إلا الله وأنی رسول الله

(صحیح البخاری، کتاب الشرکۃ حدیث نمبر ۲۴۲۰ ص ۳۳۸ ج ۱)

ترجمہ: قوم کی غذائی اشیاء کم ہوگئیں اور فقر وفاقہ کی نوبت آپہونچی، تو وہ لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس اپنے اونٹ ذبح کرنے کی اجازت کے لئے حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمادی، راستے میں حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی، تو لوگوں نے ان کو ساری روداد سنائی، حضرت عمرؓ نے کہا کہ اونٹوں کے بعد پھر تمہاری بقا کا مسئلہ کیا ہوگا؟ اس کے بعد حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اونٹوں کے ختم ہونے کے بعد ان کی زندگی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کا کیا ہوگا؟

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگوں میں اعلان کرو کہ سب لوگ اپنا بچا ہوا توشہ لیکر حاضر ہو جائیں، پھر چمڑے کا دسترخوان بچھایا گیا اور اسی پر پوری جماعت کا بچا کھچا کھانا رکھ دیا گیا، اس کے بعد سرکار دو عالم ﷺ نے کھڑے ہو کر برکت کی دعا فرمائی پھر لوگوں سے کہا کہ اپنے برتن لیکر آئیں اور جی بھر کر کھانا لے جائیں، لوگوں نے ایسا ہی کیا، جب سب لوگ فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔

☆ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ

بعث رسول اللہ ﷺ بعثاً قبل الساحل فأمر علیھم أباعبیدہ بن الجراح ؓ وھم ثلاثمأة وأنافیھم ،فخرجنا حتیٰ إذاکنا ببعض الطریق فنی الزادفأمر أبوعبیدہ بأزواد ذلک الجیش فجمع ذلک کلہٗ فکان مِزْودی تمر ،فکان یقوتنا کل یوم قلیلاقلیلا حتی فنی فلم یکن یصیبنا إلاتمرۃ تمرۃ ،الحدیث (صحیح البخاری حوالۂ بالا)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ایک دستہ ساحل کی طرف روانہ فرمایا، اور اس کا امیر حضرت ابوعبیدہ ابن الجراحؓ کو مقرر فرمایا، دستہ میں تین سو (۳۰۰) آدمی تھے، میں بھی ان میں شامل تھا، راستے میں توشہ ختم ہو گیا، حضرت ابوعبیدہؓ نے تمام شرکاء سفر کو اپنے توشے ایک جگہ جمع کرنے کا حکم دیا، چنانچہ تمام توشے یکجا کئے گئے تو صرف دو تھیلے ہوئے، ہم لوگوں کو اسی جمع شدہ پونجی سے بہت تھوڑا تھوڑا دیا جاتا تھا، یہاں تک کہ صرف ایک ایک چھوارہ حصہ پڑنے لگا......۔

یہ تینوں واقعات عہد نبوت کے ہیں جن میں پہلے واقعہ کا تعلق ایک خاص قبیلہ سے ہے اور دوسرے واقعہ میں معجزۂ نبوی کا اظہار ہے، اور تیسرے میں اللہ پاک کی خاص نصرت وعنایت کا بیان ہے لیکن ان سب میں قدر مشترک جو چیز ہے وہ یہ کہ انفرادی خطرات کو اجتماعی تعاون کے ذریعہ دور یا کم کیا گیا، اور خود نبی کریم ﷺ نے اس میں شرکت فرمائی یا اس کی تحسین فرمائی، اس لئے کہ اگر اس طرح نہ کیا جاتا تو ممکن تھا کہ کئی لوگ تباہ ہو جاتے یا ناقابل تلافی نقصان کا شکار ہوتے۔

یہ دونوں واقعے اس بات کی بھی عملی مثال ہیں کہ خطرات سے تحفظ کے لئے جو اجتماعی تعاون کی راہ اختیار کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جائے گی اس میں اصل ملکیت کے لحاظ سے گو افراد متفاوت ہوں لیکن باہم اشتراک کے بعد ہر شخص مساوی درجہ کا استحقاق رکھے گا اور اس کو غریار بانہیں بلکہ تعاون قرار دیا جائے گا۔ یہ اجتماعی تکافل ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ افراد کی مصالح کو پروان چڑھایا جائے اور ان کے مضرات کو دور کیا جائے۔

☆اس مضمون کی سب سے بلیغ تعبیر اس حدیث پاک میں آئی ہے:

المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضهٔ بعضاً (صحیح البخاری کتاب الصلوۃ باب تشبیک الاصابع فی المسجد، حدیث نمبر ۴۸۱، ص ۹۹ ج ۱)

ترجمہ: مؤمن، مؤمن کے لئے ایک عمارت کی طرح ہے جس میں ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت پہونچاتا ہے۔

مستقبل کے لئے احتیاطی تدابیر اور اسباب

ہنگامی حالات سے بچنے اور مستقبل کے لئے احتیاطی تدابیر کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے، یہ دنیا دارالاسباب ہے، یہاں اسباب سے بے نیاز ہو کر زندگی نہیں گذاری جاسکتی، اسی لئے اسلام نے اسباب کو اختیار کرنے کی ہدایت دی ہے، اور ترک اسباب سے روکا ہے، عہد نبوی میں ایک صاحب نے اللہ کے بھروسے اپنی اونٹنی کھلی چھوڑ دی، حضور ﷺ نے اس پر نکیر فرمائی اور ارشاد فرمایا:

اعقلها و توكل.

(صحیح ابن حبان ۲/ ۵۱۰ ط الرسالۃ، شعب الایمان للبیہقی ۲/ ۸۰ بیروت، مستدرک للحاکم ۳/ ۶۲۳)

ترجمہ: پہلے اونٹنی کو باندھو پھر توکل کرو۔

خود نبی کریم ﷺ عام حالات میں (معجزات اور خوارق عادات کا استثناء کرکے) اسباب کو اختیار فرماتے تھے، اگر اسباب سے بے نیاز ہو کر محض توکل کی قوت سے تمام مسائل حیات حل کرنا ممکن ہوتا تو اسلام کی اشاعت کے لئے نبی کریم ﷺ کو سخت ترین مجاہدوں، دعوتی اسفار، دفاعی اقدامات، اور جنگ و جہاد کی کوئی ضرورت نہ ہوتی، آپ ﷺ سے بڑھکر کوئی صاحب توکل نہیں ہوسکتا تھا۔۔۔۔۔۔آپ نے فاقے کئے۔۔۔۔۔۔قرض لئے۔۔۔۔۔۔دوا علاج کرایا۔۔۔۔۔۔ دوران سفر سواریاں استعمال فرمائیں۔۔۔۔۔۔ہتھیار رکھے۔۔۔۔۔۔تکلیفیں اٹھائیں۔۔۔۔۔۔وغیرہ اگر اس دنیا میں اسباب کے بغیر بھی عادۃً کام ہوسکتا تھا تو امام الانبیا ﷺ کو ان تکلیفیوں کی ضرورت نہ ہوتی، تمام کام محض دعا اور اشارۂ غیبی سے انجام

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پا جاتے۔

اس لئے سبب کے درجے میں آئندہ کے لئے احتیاطی تدابیر توکل وایمان کے ہرگز منافی نہیں ہے، قرآن کریم میں حضرت یوسفؑ کی زبانی حکومت مصر کو بطور احتیاط مستقبل کی منصوبہ بندی کا جو مشورہ دیا گیا وہ اس باب میں بہترین نمونہ ہے، حضرت یوسفؑ نے آنے والے قحط کے نقصانات سے بچنے کے لئے حکومت مصر کو مشورہ دیا تھا:

﴿قال تزرعون سبع سنین داباً فما حصدتم فذروہ فی سنبلہٖ إلا قلیلاً مما تاکلون ،ثم یاتی من بعد ذلک سبع شداد یاکلن ماقدمتم لھن إلا قلیلاً مما تحصنون ،ثم یاتی من بعد ذلک عام فیه یغاث الناس وفیه یعصرون ﴾(سورہ یوسف:۴۷)

ترجمہ: آپ نے فرمایا تم سات سال تک جم کر کھیتی کرو پھر جو پیداوار ہو اس کو اس کی بالیوں ہی میں چھوڑ دو صرف تھوڑا سا کھانے کے بقدر نکال لو، پھر اس کے بعد قحط شدید کے سات سال آئینگے، جو تمہارے سارے ذخیرے کو ختم کر دیں گے، صرف بیج کے بقدر جو تم نے بچا کر رکھا ہوگا وہ بچ جائے گا، پھر اس کے بعد جو سال آئے گا اس میں خوب بارش ہوگی اور لوگ خوب فائدہ اٹھائیں گے۔

☆ایک نمونہ سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے بھی پیش ہے:

حجۃ الوداع کے سال حضرت سعد بن وقاصؓ بیمار تھے، سرکار دو عالم ﷺ عیادت کو تشریف لے گئے، اس موقعہ پر حضرت سعد بن وقاص کا بیان ہے:

قلت یارسول الله أوصی بما لی کلہٖ ؟قال لا قلت فالشطر قال لا قلت الثلث قال فالثلث والثلث کثیر إنک إن تدع ورثتک أغنیاء خیر من أن تدعھم عالة یتکففون الناس فی أیدیھم (بخاری کتاب الوصایا باب ان یترک ورثۃ أغنیاء، حدیث نمبر ۲۷۴۲ص ۴۸۲)

ترجمہ: میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں اپنے پورے مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں، میں نے عرض کیا نصف؟ آپ نے فرمایا نہیں، میں نے عرض کیا تہائی، تو آپ نے فرمایا ہاں تہائی اور یہ بہت زیادہ ہے تم اپنے ورثہ کو اچھی مالی حالت میں چھوڑ کر جاؤ یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو محتاج چھوڑ کر جاؤ اور وہ اپنے کفاف کے لئے لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہوں۔

یہ وہ اساسی تصورات ہیں جن پر ایک بہتر اسلامی انشورنس کی تشکیل کی جاسکتی ہے، اور جن کی مدد سے عام

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لوگوں کو ہنگامی حالات میں آسانیاں فراہم کی جاسکتی ہیں،

چند ذیلی بنیادیں

اس ضمن میں بعض ذیلی افکار ونظریات کی طرف بھی اشارہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے،جن سے اسلامی انشورنس کی تشکیل میں مدد ملتی ہے۔شریعت اسلامیہ میں کئی ایسی مثالیں موجود ہیں جن میں شدید ترین حالات میں فرد کے نقصان کو جماعت پر تقسیم کیا گیا ہے،تاکہ نا قابل برداشت کو قابل برداشت میں تبدیل کیا جائے۔

عاقلہ کا نظام

☆اسلام میں قتل خطا اور شبہ عمد کی صورت میں دیت کو عاقلہ سے وابستہ کیا گیا ہے،

صحیح حدیث میں مروی ہے کہ:

أن رسول الله ﷺ قضیٰ دیة المرأة علیٰ عاقلتها (بخاری باب جنین المرأة وأن العقل علی الوالد ۲۱/۲۲۰ حدیث نمبر ۶۳۹۹، مسلم باب الجنین ......۹/۴۰ حدیث نمبر ۳۱۸۵)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے عورت کی دیت کا ذمہ دار عاقلہ کو قرار دیا۔

ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

قضیٰ رسول الله ﷺ أن العقل علیٰ عصبتها (بخاری باب میراث المرأة والزوج مع الولد ۲۰/۴۶۸ حدیث نمبر ۶۲۴۳)

عاقلہ کے حدود میں حنفیہ کے نزدیک خاندان کے علاوہ، ہم پیشہ، ہم فکر، ہم مسلک اور دیگر ہم رشتہ افراد بھی شامل ہیں، (المبسوط ۳۰/۳۱۰ کتاب المعاقل، بدایۃ المجتہد ۲/۴۴۹)

ظاہر ہے کہ اس کا مقصد اس کے سوا کیا ہے کہ اس طرح کے جرائم میں جن میں انسان بلا وجہ اچانک بہت بڑے مالی تاوان کا جواب دہ قرار پاتا ہے،اور عام حالات میں انسان کے لئے یہ نا قابل برداشت ہوتا ہے لیکن یہی بوجھ جب پوری جماعت پر تقسیم کردیا گیا تو یہ قابل برداشت ہوگیا،علامہ سرخسیؒ نے اس حکمت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

وکل احد لایأمن علیٰ نفسهٖ أن یبتلی بمثلهٖ وعندذلک یحتاج إلیٰ إعانة غیرهٖ فینبغی أن یعین من ابتلی لیعینهٗ غیرهٗ إذاابتلی بمثلهٖ کماهو العادة بین الناس فی التعاون والتواد فهذاهو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

صورة امة منتصرة وجبلة قوم قوامین بالقسط شھداء للہ متعاونین علی البر والتقویٰ (المبسوط للسرخسی ۳۰/ ۳۰۵ نیٹ نسخہ)

ترجمہ: کوئی بھی انسان اس طرح کی غلطیوں میں مبتلا ہوسکتا ہے اور ایسے ہی موقعہ پر دوسرے کی مدد کی ضرورت پڑتی ہے اس لئے چاہئے کہ اس طرح کی مصیبت میں دوسرے کی مدد کی جائے تاکہ وقت آنے پر دوسرا بھی اس کی مدد کرے، تعاون کے معاملے میں لوگوں کی عادت یہی ہے، اور مدد گارامت کی تصویر اور انصاف قائم کرنے والی قوم کی جبلت یہی ہے اور یہی شہداء الٰہی اور بر وتقویٰ کے علمبرداروں کی شان ہے۔

عقد موالات

☆ عقد موالات بھی بعض حالات میں دیت کی تقسیم اور ذمہ داریوں کی تخفیف کا سبب بنتا ہے، بہت سے فقہاء اس کو سبب تسلیم نہیں کرتے لیکن فقہاء حنفیہ کے یہاں اصل وارثین کے نہ ہونے کی صورت میں یہ وراثت ودیت کی فی الجملہ بنیاد بنتا ہے،......(حاشیۃ ابن عابدین ۵/ ۷۸)

ظاہر ہے کہ اس نظریہ کی اساس بھی اسی جذبۂ تعاون پر ہے جس میں ایک اجنبی شخص کو بعض شرائط کے ساتھ محض معاہدہ کی وجہ سے شراکت مل جاتی ہے، یہ تصور قرآن کریم کی اس آیت پاک سے ماخوذ ہے:

﴿والذین عقدت أیمانکم فاٰتوھم نصیبھم إن اللہ کان علیٰ کل شیءٍ شھیداً﴾

(سورۂ نساء: ۳۳)

ترجمہ: جن لوگوں نے تم سے عہد کیا ہے ان کو ان کا حصہ دے دو، بے شک اللہ پاک ہر چیز پر گواہ ہیں۔

آیت کریمہ میں نصیب کی ایک تفسیر میراث سے کی گئی ہے (احکام القرآن للجصاص ۲/ ۱۸۵)

معروف کا التزام

☆ فقہاء مالکیہ کے یہاں ایک جزئیہ ملتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی معروف چیز کا التزام کرلے جو اس پر پہلے سے لازم نہیں تھی مثلاً کسی کو صدقہ، ہبہ یا عاریت پر کوئی چیز فراہم کرنے کا عہد کرنا، کسی کی خدمت یا رہائش کے انتظام کا التزام کرنا، کسی کی کفالت یا ضمان قبول کرنا وغیرہ تو فقہاء مالکیہ کے نزدیک التزام کی بنا پر وہ چیز ذمہ میں لازم ہوجاتی ہے الا یہ کہ وہ شخص ہی مرجائے یا غربت وافلاس کا شکار ہوجائے، اس کی توجیہ امام مالکؒ نے یہ فرمائی:

لان ذلک معروف والمعروف من أوجبۂ علیٰ نفسہٖ لزمہ' (التاج والاکلیل للعبدری الشھیر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بالمواق، الحمالۃ بالکتابۃ ۸/۱۷۰ انسخہ المکتبۃ الشاملۃ نقلاً عن المدونۃ کتاب الحمالۃ، تہذیب المدونۃ ۳/۲۶۵ للقیروانی البرذاعی)

ترجمہ: اسلئے کہ یہ معروف ہے اور معروف کو جب انسان اپنے ذمہ لازم کرتا ہے تو وہ لازم ہو جاتا ہے۔

ابن رشد نے اس کی تشریح اس طرح کی:

فھذا امر قد أوجبهٗ علیٰ نفسهٖ والمعروف علیٰ مذھب مالک وجمیع اصحابهٖ لازم لمن أوجبهٗ علیٰ نفسهٖ مالم یمت أو یفلس

(البیان والتحصیل والشرح والتوجیہ والتعلیل لابی الولید محمد بن احمد بن رشد القرطبی ۸/۴۳ ط بیروت)

ترجمہ: اس چیز کو اس نے اپنے ذمہ لازم کرلیا اور مذہب مالکی کے مطابق معروف کو جب آدمی اپنے ذمہ لازم کرلیتا ہے تو جب تک موت یا افلاس کا شکار نہ ہو وہ چیز اس کے ذمہ لازم رہتی ہے۔

ظاہر ہے کہ التزام کی بنا پر جو ذمہ داریاں انسان پر عائد ہوتی ہیں وہ بھی دراصل دوسرے ایسے اشخاص کا تعاون ہے جو اپنے طور پر ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، اس طرح فقہ مالکی کا یہ نظریہ ذمہ داریوں کی تقسیم کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

مشروط ہبہ

☆ اسلام میں زکوٰۃ وصدقات کے علاوہ ہبہ کے ذریعہ بھی ضرورت مندوں کی امداد کی تلقین کی گئی ہے، اس کا فائدہ ثواب کے علاوہ کبھی دنیا ہی میں لوٹنے والے فائدے کی صورت میں بھی ظاہر ہوتا ہے، اسی لئے علماء میں یہ بھی زیر بحث آیا ہے کہ اگر کوئی شخص ہبہ کے ساتھ اپنے فائدے کی کوئی شرط لگادے تو کیا یہ مقتضائے عقد کے خلاف ہوگا؟ حضرت امام شافعیؒ کے ایک قول کو چھوڑ کر جمہور فقہاء کی رائے یہ ہے کہ یہ مقتضائے عقد کے خلاف نہیں ہے، اور اگر اس کی منشا پوری نہیں ہوئی تو وہ ہبہ کو فسخ کرسکتا ہے...... گویا یہ ایک طرح تعاون کا تبادلہ ہے جس کی ضرورت دنیا کی زندگی میں کسی کو بھی پڑ سکتی ہے، علامہ بابرتیؒ شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں:

لان العادۃ الظاھرۃ أن الانسان یھدی إلیٰ من فوقهٗ لیصونهٗ بجاھهٖ وإلی من دونه لیخدمهٗ وألیٰ من یساویه لیعوضهٗ وإذاتطرق الخلل فیماھو المقصود من العقد یتمکن العاقد من الفسخ کالمشتری إذا وجد بالمبیع عیباً فتثبت لهٗ ولایۃ الفسخ عند فوات المقصود إذا لعقد

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یقبلهٗ (عنایه شرح الهدایه ۹/۴۰ ط مصطفیٰ الحلبی)

ترجمہ: اس لئے کہ عام رواج یہی ہے کہ انسان اپنے سے اوپر والے کو ہدیہ اس لئے دیتا ہے کہ اس کی عزت وعظمت کی وجہ سے اس کا تحفظ ہو، اور اپنے سے نیچے والے کو اس لئے کہ اس کی خدمت کرے، اور اپنے برابر والے کو اس لئے کہ اسے اس کا بدلہ ملے، لیکن جب مقصد میں خلل پیدا ہو جائے تو عاقد کو فسخ عقد کا اختیار حاصل ہوگا جس طرح کہ مشتری کو اگر صحیح سالم مبیع نہ ملے تو اسے بیع کے فسخ کرنے کا اختیار ہوتا ہے اسلئے کہ عقد میں اس کی گنجائش موجود ہے۔

اس کا مأخذ دراصل ایک حدیث پاک ہے:

الرجل احق بهبته مالم یثب منها (سنن دار قطنی ۷/۲۷۷ حدیث نمبر ۳۰۱۴ ط وزارت اوقاف مصر)

ترجمہ: انسان اپنے ہبہ کا زیادہ حقدار ہے جب تک کہ اس کا معاوضہ نہ لے۔

اس مضمون کی متعدد روایات کتب حدیث مثلاً ابن ماجہ (۷/۳۱۰) مصنف ابن ابی شیبۃ (۶/۴۷۴)، مستدرک حاکم (۲/۵۲) اور سنن بیہقی (۶/۱۸۱) میں آئی ہیں

ان روایات سے تعاون برائے تعاون کا نظریہ اخذ کیا گیا، جو اسلامی انشورنس کے لئے شاہ کلید بن سکتا ہے

عمریٰ ورقبیٰ

☆ عمریٰ بھی ہبہ ہی کی ایک قسم ہے مگر اس میں عمر بھر کی قید لگی ہوتی ہے، دینے والا اس طرح دیتا ہے کہ میرا یہ گھر (مثال کے طور پر) تاحیات تیرے لئے ہے، کبھی یہ شرط بھی لگا دی جاتی ہے کہ تیرے مرنے کے بعد یہ جائداد واپس میری ہوگی، اس طرح کے مشروط ہبہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، جمہور علماء اس طرح کے مشروط معاملے کو درست نہیں سمجھتے:

☆ حنفیہ شرط کو باطل کہتے ہیں (ہدایہ مع شرح العنایہ ۹/۵۵)

☆ شافعیہ عقد ہی کو ناجائز کہتے ہیں (روضۃ الطالبین للنووی ۵/۳۷۰)

☆ مالکیہ کی رائے یہ ہے کہ اس طرح کا مشروط معاملہ درست ہے اور ہبہ پر دی ہوئی چیز اس شخص کے مرنے کے بعد اس کے قدیم مالک کو لوٹ جائے گی (المدونۃ الکبریٰ ط دار الباز ۶/۹۱)

☆ حنابلہ حنفیہ کے ہم خیال ہیں، اور ایک روایت مالکیہ کے مطابق بھی ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(المغنی لابن قدامۃ ۵/ ۶۸۸)

☆اسی سے ملتی جلتی صورت رقبیٰ کی ہے جس کا تذکرہ قدیم کتب فقہ میں ملتا ہے، اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ ہبہ کرنے والا اس طرح کہتا کہ یہ چیز تیرے لئے ہے، اگر تو پہلے مرگیا تو یہ چیز میری ہوگی اور اگر پہلے میں مرگیا تو یہ تیری چیز رہے گی، اس میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے، عام طور پر حنفیہ سرے سے اس طرح کے عقد ہی کو باطل قرار دیتے ہیں، جبکہ دوسرے فقہاء اس کو درست کہتے ہیں اور شرط کے مطابق سامان واہب کو واپس لوٹانے کے قائل ہیں، (حوالہ جات بالا)

ہبہ میں قبضہ کی اہمیت

☆ہبہ کے ذیل میں ایک بحث یہ آتی ہے کہ آیا ہبہ محض عقد سے مکمل ہوجاتا ہے یا اس کے لئے قبضہ بھی ضروری ہے، جمہور فقہاء قبضہ کو ضروری قرار دیتے ہیں، اور قبضہ کے بغیر ہبہ کی کاروائی کو مکمل نہیں کہتے، (حوالہ جات بالا) جبکہ حضرت امام مالکؒ قبضہ کی شرط نہیں لگاتے ہیں، نہ اس کی صحت کے لئے اور نہ اس کی تکمیل کے لئے، ان کے نزدیک محض قبول کرلینا ہبہ کے لازم ہونے کے لئے کافی ہے انہوں نے اس کو بیع پر قیاس کیا ہے،

(بدایۃ المجتہد ۲/ ۳۳۱ ط دار الجبل بیروت)

حنابلہ کے یہاں تھوڑی تفصیل ہے، وہ مکیلی اور موزونی چیزوں میں قبضہ کو ضروری قرار دیتے ہیں لیکن ان کے علاوہ چیزوں میں ہبہ کے لزوم کے لئے محض عقد کو کافی کہتے ہیں (المغنی ۵/ ۶۵۳ ط الریاض) یہ دراصل دونوں رجحانات کو جمع کرنے کی کوشش ہے،

جمہور فقہاء کے پیش نظر یہ ہے کہ یہ عقد تبرع ہے، اگر قبضہ کے بغیر ہی یہ لازم اور واجب الاداء ہوجائے تو یہ عقد تبرع کے بجائے عقد ضمان ہوجائے گا جو کہ خلاف مفروض ہے، نیز اس سلسلے میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہؓ سے جو آثار منقول ہیں ان سے عام طور پر صحابہ کا موقف بھی یہی نظر آتا ہے کہ قبضہ کے بغیر ہبہ مکمل نہیں ہوتا

(بدائع الصنائع ۱۳/ ۳۰۶ فصل فی شرائط رکن الھبۃ)

اور اگر اس کے ساتھ معاوضہ کی شرط لگ جائے تو بھی فی الجملہ اس کی حقیقت تبدیل نہیں ہوتی اور اس کے لزوم کے لئے قبضہ کی شرط برقرار رہتی ہے البتہ معاوضہ کی قید آجانے کی بنا پر بیع کی تھوڑی مشابہت پیدا ہوجاتی ہے مثلاً مناسب معاوضہ نہ ملنے کی صورت میں واہب اپنی چیز واپس لے سکتا ہے، حدیث میں ہے کہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

من وهب هبة يرى أنهٗ إنما أرادبهاالثواب فهوعلىٰ هبتهٖ يرجع فيهاإذا لم يرض منها

(موطاامام مالک۴/۱۰۹۲ط مؤسسۃ زائدبن سلطان،سنن بیہقی باب المکافاۃ فی الھبۃ۳۰/ ۴۳۵ط وزارۃ الاوقاف مصر،شرح مشکل الآ ثارللطحاوی۱۳/ ۳۲ط مؤسسۃ الرسالۃ)

ترجمہ: جوشخص کسی کوکوئی چیز ہبہ کرے جس کا مقصد معاوضہ لیناہواور معاملہ اس کی مرضی کے مطابق نہ ہوتو وہ اپناہبہ واپس لے سکتا ہے۔

اسلام کے نظام تکافل کا اجمالی خاکہ

مذکورہ بالا اصول ونظریات کی روشنی میں ایک ایسا تکافلی نظام مرتب کیا جا سکتا ہے، جوتعاون اورتبرع کے جذبہ پر مبنی ہو، مالی بنیادوں پر مستحکم اورخود کفیل ہو، ربا، قمار،مکروفریب اورظلم وعدوان کے فاسدعناصر سے پاک ہو، جو اپنے شرکاء کی امیدوں کے لئے موجودہ مروجہ انشورنس کمپنیوں سے کسی طرح کم نہ ہو،

☆اس سلسلے میں پہلی بنیادی بات یہ ہے کہ کسی چیز کے جائز ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ نظام یا معاملہ قرآن وحدیث یاخیرالقرون میں صراحۃً موجودہو بلکہ صرف اس قدر کافی ہے کہ معاملہ کی صورت قرآن وحدیث اورشریعت اسلامیہ کے کسی حکم سے متصادم نہ ہو، مقاصد شریعت کے خلاف نہ ہو،شرعی مفاسد سے پاک ہواور عام لوگوں کے لئے مفید ہو،......جمہور فقہاء کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اشیاء (عبادات کوچھوڑکر) میں اصل اباحت ہے،(ارشاد الفحول للشوکانی ۲۸۴،الوجیز فی ایضاح قواعدالفقہ الکلیۃ ۱۲۹) اکثر حنفیہ(تیسیر التحریرلمحمد امین امیر بادشاہ۲/ ۱۶۸) شافعیہ(الاشباہ والنظائرللسیوطیؒ ۶۰) حنابلہ(التمہید للا سنویؒ ۴/ ۲۷۱،شرح الکوکب المنیر لابن النجار ۱/ ۳۲۵،۳۲۶) مالکیہ میں ابوالفرج عمروبن محمداللیثی البغدادی المالکی (إحکام الفصول ۶۸۱ بحوالہ القواعدوالضوابط الفقہیۃ المتضمنۃ للتیسیر لعبدالرحمٰن بن صالح عبداللطیف) کی رائے یہی ہے۔

☆دوسری بات یہ ہے کہ اگر معاملے کی شرائط فریقین میں باہم رضامندی سے طے پاجائیں اوربنیادی طورپر اس میں کوئی چیز خلاف شرع نہ ہواوران کی غرض بھی درست ہوتو وہ معاملہ درست ہوگا اوراس میں طے شدہ شرائط کی پابندی تمام فریقوں پرلازم ہوگی،اس لئے کہ اسلام میں عہد کی پابندی اور معاملات کی شفافیت کی بڑی تاکید آئی ہے،قرآن کریم میں ہے:

﴿ياأيهاالذين آمنوا أوفوا بالعقود﴾(سورہ المائدۃ:۱)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: اے ایمان والو! عقود کو پورا کرو۔

﴿وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسئولا﴾ (سورہ الاسراء: ۳۴)

ترجمہ: اور عہد کو پورا کرو بے شک عہد کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

حضرت عمرو بن عوف مزنی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الصلح جائز بين المسلمين إلا شرطاً حرم حلالاً أو أحل حراماً والمسلمون عند شروطهم إلا شرطاً حرم حلالاً او احل حراماً

(سنن الترمذی کتاب الاحکام ۳۴۱/۵ حدیث نمبر ۱۴۰۳، سنن ابوداؤد باب الصلح ۳۳۲/۳ حدیث نمبر ۳۵۹۶)

ترجمہ: مسلمانوں کے درمیان ہونے والی مصالحت جائز ہے سوائے اس شرط کے جو کسی حلال کو حرام یا حرام کو حلال کرے، اور مسلمان اپنی شرطوں کے پابند ہیں سوائے اس شرط کے جو کسی حلال کو حرام یا حرام کو حلال بنائے۔

اس طرح کسی ایسے معاملے میں جو فریقین یا چند افراد کے درمیان طے پائے اور اس کی مقررہ شرائط شریعت کے خلاف نہ ہوں تو ان کی رعایت ضروری ہوگی، کوئی مباح چیز جب عقد کے دائرے میں آ جاتی ہے تو وہ لازم ہو جاتی ہے۔

اسلامی انشورنس کے بنیادی نکات

مذکورہ بالا اصول ونظریات کی روشنی میں ایک ایسے تکافلی نظام کا خاکہ تیار ہوسکتا ہے، جس کو آپ اسلامی انشورنس کہہ سکتے ہیں، اس میں درج ذیل نکات کو جگہ دی جاسکتی ہے :

شرعی بورڈ کا قیام

☆ ایک ایسی مالیاتی کمپنی بنائی جائے جس میں کوئی شرط یا معاملہ خلاف شریعت نہ ہو، جمع شدہ سرمایہ ایسے بینکوں میں نہ رکھا جائے جہاں سودی یا غیر شرعی کاروبار ہوتا ہو، اگر چہ کہ وہ معاملہ بالکل جدید نوعیت کا ہو اور پچھلے زمانے میں اس طرح کا کوئی معاملہ پیش نہ آیا ہو۔

اس کے لئے مناسب ہے کہ کوئی شرعی نگراں بورڈ قائم کیا جائے جو کمپنی کے جملہ معاملات کی کڑی نگرانی رکھے اور اس کا فیصلہ ہر حال میں قابل قبول اور واجب التنفیذ ہو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عقد تبرع

☆ کمپنی کے فارم میں یہ صراحت کی جائے کہ یہ عقد تبرع ہے اور میں یہ سرمایہ بطور تبرع جمع کر رہا ہوں، اور اس کا مقصد مصیبت و پریشانی کے وقت پریشان حال ممبر کا تعاون کرنا ہے، خواہ اس کی نوبت خود اسے پیش آئے یا کسی دوسرے ممبر کو، البتہ جمع شدہ سرمایہ کو منجمد رکھنے کے بجائے اس کو کسی جائز نفع بخش تجارت میں لگایا جائے اور اس کے منافع سے کمپنی کے انتظامی امور انجام دیئے جائیں، اور باقی ماندہ منافع ممبران پر ان کے سرمایہ کے تناسب سے تقسیم کر دیئے جائیں۔

عقد معاوضہ اور عقد تبرع میں فرق

دراصل عقد معاوضہ اور عقد تبرع کے مزاج میں بڑا فرق ہے، عقد معاوضہ نتیجہ کے اعتبار سے عقد ضمان بنتا ہے، اور اس میں معاملات کی تمام شقوں کی مکمل وضاحت ضروری ہے، اگر اس میں کوئی بھی بنیادی شق مجہول رہ جائے جس سے کہ نزاع کا اندیشہ ہو تو سرے سے معاملہ ہی فاسد ہو جائے گا، اس کے بالمقابل عقد تبرع میں بڑی وسعت ہے، یہ یک طرفہ معاملہ ہوتا ہے اور ایثار و تعاون کے جذبہ پر اس کی تعمیر ہوتی ہے جس میں کسی سے کسی کا کوئی مطالبہ نہیں ہوتا، اور اسی لئے کسی بات کے غیر واضح رہ جانے کی صورت میں عموماً کسی نزاع کا بھی اندیشہ نہیں ہوتا۔

عقد معاوضہ کا مزاج قرآن کریم کی اس آیت سے سمجھ میں آتا ہے:

﴿لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل إلاأن تکون تجارۃ عن تراض منکم﴾ سورہ نساء:۲۹)

ترجمہ: اپنے مال ناجائز طور پر مت کھاؤ مگر یہ کہ تجارت کے طور پر ہو اور باہمی رضامندی سے ہو،

یعنی معاملے کی تمام شقیں روشنی میں آئیں، اور باہم رضامندی سے ان کو طے کیا جائے، اگر کوئی بات بھی کسی ایک فریق پر غیر واضح رہ جاتی ہے، تو اس کی رضامندی بھی مشتبہ ہو جاتی ہے۔...... اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے بیع حصاۃ، بیع غرر، بیع ملامسۃ، بیع منابذۃ، بیع حبل الحبلۃ اور بیع مجہول وغیرہ سے منع فرمایا جن میں معاملہ کی بنیادی شق مجہول اور قابل نزاع ہوتی تھی اور عہد جاہلیت میں ان کا رواج تھا (بخاری ۷/ ۳۴۹ حدیث نمبر ۳۴۹، مسلم ۸/ ۳۷ باب بیع الحصاۃ حدیث نمبر ۲۷۸۳، مصنف عبدالرزاق باب بیع المجہول والغرر ۸/ ۱۰۸ حدیث نمبر ۱۴۵۰۶)

عقد تبرع کی مثال میں ہبہ، صدقہ، ابراء، خلع اور صلح وغیرہ کو پیش کیا جاسکتا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

علامہ قرافیؒ نے دونوں طرح کے معاملات کے اس فرق پر اچھی روشنی ڈالی ہے: ایک عنوان قائم کیا ہے:

الفرق الرابع والعشرون بین قاعدة ماتؤثر فیه الجهالات والغرر وقاعدة مالایؤثر فیه ذلک من التصرفات، اور اس کے تحت دونوں طرح کے معاملات کی مثالیں دے کر واضح کیا ہے کہ کن معاملات میں جہالت مؤثر ہوتی ہے اور کن میں نہیں؟ انہوں نے معاملات وتصرفات کی تین قسمیں کی ہیں،

(۱) خالص عقد معاوضہ جیسے بیع وشراء وغیرہ (۲) خالص عقد احسان جیسے ہبہ، صدقہ وغیرہ (۳) اور دونوں کے بین بین جیسے عقد نکاح۔

خالص عقد معاوضہ جہالت وغرر کی بنا پر فاسد ہوجاتا ہے، خالص عقد احسان پر جہالت سے فرق نہیں پڑتا، اور درمیانی عقد میں غرر قلیل اثر انداز نہیں ہوتا لیکن غرر کثیر مؤثر ہوتا ہے، البتہ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک ہبہ وغیرہ میں بھی غرر وجہالت نقصان دہ ہے (انوار البروق فی انواع الفروق للقرافی ۱/ ۲۷۶ ط بیروت)

انشورنس کمپنی اگر تبرع وایثار کی بنیاد پر لوگوں سے سرمایہ جمع کرنے کی اپیل کرتی ہے اور آفات وبلیات کے مواقع پر اپنے شرکاء کا مالی تعاون کرتی ہے تو یہ عقد احسان کے زمرے میں داخل ہوگی اور فی الجملہ اس میں غرر وجہالت کی گنجائش ہوگی، اور یہ اس نہد کی نظیر بن جائے گی جس کی تحسین خود سرکار دوعالم ﷺ نے فرمائی ہے اور جس کے بارے میں امام بخاری کا بیان ہے کہ (**لم یر المسلمون فی النهد باساً** قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے نزدیک نہد میں کچھ حرج نہیں سمجھا جاتا تھا، (صحیح بخاری باب الشرکۃ فی الطعام والنہد ۲/ ۸۷۷)

اس طرح تبرع کی بنیاد پر قائم ہونے والے اسلامی انشورنس میں اگر نقصانات یا منافع کی شرح یقینی طور پر معلوم نہ ہو، اور فی الجملہ اس میں غرر وجہالت کا امکان موجود ہو جب بھی شرعی طور پر یہ معاملہ فاسد نہیں ہوگا، اور اس پر قمار، ظلم یا اکل حرام کا اطلاق نہیں ہوگا اس لئے کہ یہ عقد معاوضہ نہیں بلکہ عقد تبرع قرار پائے گا۔

علاوہ ازیں عقود ومعاملات میں صرف وہ جہالت مفسد عقد بنتی ہے جو باعث نزاع ہو ہر جہالت نہیں، فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے، علامہ فخر الدین زیلعی نے ایک مالی معاملے میں جہالت کو غیر مؤثر بتاتے ہوئے اصولی بات لکھی ہے:

لان هٰذہ الجهالة لاتفضی إلی المنازعة وهی المانعة لامجرد الجهالة

(تبیین الحقائق کتاب البیوع ۱۰/ ۲۳۸ نسخہ شاملہ)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: اس لئے کہ یہ جہالت باعث نزاع نہیں ہے اور یہی (نزاع والی جہالت) مانع عقد بنتی ہے مطلق جہالت نہیں۔

علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

أن الجهالة لاتمنع جواز العقد لعينها بل لافضائها إلىٰ المنازعة

(بدائع الصنائع ۱۳/ ۹۵ کتاب الشرکۃ)

اس طرح کی عبارتیں (الفاظ کے تھوڑے فرق کے ساتھ) البحر الرائق ۱۵/ ۱۴۶، المحیط البرہانی ۱۴/ ۱۸۴، المبسوط للسرخسی باب مکاتبۃ ام الولد ۹/ ۲۰۶، فتح القدیر کتاب العاریۃ ۱۹/ ۴۲۳، درر الحکام شرح غرر الاحکام لملا خسرو باب ماینعقد بہ البیع ۶/ ۱۶۰، حاشیۃ ابن عابدین باب الشہادۃ علی الشہادۃ ۷/ ۲۲۳ ط دار الفکر وغیرہ میں بھی موجود ہیں، ظاہر ہے جس عقد کی بنیاد تبرع پر ہو اس میں فی الجملہ عموماً جہالت باعث نزاع نہیں بنتی، اس لئے وہ مفسد عقد بھی نہیں بنے گی۔

ایک شبہ کا ازالہ

البتہ اسلامی انشورنس کے عقد تبرع ہونے پر ایک شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس میں جمع شدہ اقساط کے مقابلے میں کمپنی بوقت مصیبت معاوضہ ادا کرتی ہے پھر یہ عقد تبرع کہاں ہوا؟............ لیکن یہ شبہ محض سطحی ہے، شریعت اسلامیہ میں متعدد ایسے عقود ہیں جو اصلاً تبرع کے لئے ہونے کے باوجود معاوضہ کے معنیٰ کی گنجائش رکھتے ہیں، مثلاً ہبہ اصلاً ایک تبرع ہے لیکن اگر کوئی عوض کی شرط لگائے یا امید رکھے تو اس کی شرعاً گنجائش ہے، (بحث گذر چکی ہے) ، نہد جس کا رواج قرون اولیٰ میں تھا وہ بھی دراصل تبرع کا اجتماعی تبادلہ ہے،......قرض خالص تبرع ہے لیکن اس میں بھی معاوضہ کا معنیٰ لایا جاسکتا ہے مثلاً کوئی شخص اس شرط پر قرض دے کہ دوسرا شخص بھی اسے قرض دے، تو بعض فقہاء کے یہاں اس کی گنجائش نظر آتی ہے، فقہاء حنابلہ میں علامہ علاء الدین مرداوی دمشقی رقمطراز ہیں:

ويجوز قرض المنافع مثل أن يحصد معهٗ يوماً ويحصد معهٗ الآخر يوماً أو يسكنهٗ داراً ليسكنهٗ الآخر بدلها

(الانصاف فی معرفۃ الخلاف باب القرض ۵/ ۹۶ ط احیاء التراث بیروت)

ترجمہ: منافع کا قرض جائز ہے مثلاً ایک دن وہ اس کے ساتھ کاشت کرے اور دوسرے دن دوسرا اس کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ساتھ کاشت کرے یا کسی کو اپنے گھر میں رہائش دے تا کہ وہ بھی اسے اپنے گھر میں رہائش دے۔

قتل خطا یا قتل شبہ عمد میں دیت عاقلہ کے ذمہ عائد کی گئی ہے، یہ اصلاً قاتل کا عاقلہ کی طرف سے تعاون ہے لیکن اس میں بھی معاوضہ کا معنی موجود ہے اس لئے کہ یہ نظام اسی بنیاد پر قائم کیا گیا ہے کہ آئندہ اگر عاقلہ میں سے کسی دوسرے شخص کو ایسی نوبت آئے تو یہ قاتل بھی اس میں مالی تعاون کرے گا یہ تبرع کے بدلے تبرع ہے وغیرہ۔

انشورنس کمپنی سرمایہ کی مالک نہیں

☆انشورنس کمپنی جمع شدہ سرمایے کی مالک نہیں بلکہ انتظامی معاملات میں جملہ شرکاء کی طرف سے وکیل ہوگی اور وکیل ہی کی حیثیت سے انتظامی اور ترقیاتی امور انجام دے گی اور نفع ونقصان میں سرمایہ کے تناسب سے تمام شرکاء برابر کے شریک ہونگے نفع ہوگا تو صرف کمپنی کا نہیں اور خسارہ بھی ہوگا تو صرف کمپنی کا نہیں، البتہ کمپنی اس کام پر ممبران سے مناسب شرح پر اجرت وصول کرسکتی ہے اور بلا اجرت بھی کام کرسکتی ہے، بلا اجرت کام کرنے کی صورت میں کمپنی کے انتظامی اخراجات کاروبار میں لگے سرمایہ سے وصول کئے جائیں گے، اطلاع کے مطابق تکافلی کمپنیاں دونوں طرح سے کام کررہی ہیں، مثلاً اردن کی کمپنی شرکۃ التامین الاسلامیۃ الاردنیۃ اجرت پر انتظامی کام انجام دیتی ہے، جبکہ قطر کی کمپنی الشرکۃ الاسلامیۃ القطریۃ انتظامی کام پر کوئی اجرت نہیں لیتی۔

وکالت پر اجرت

شریعت اسلامیہ میں وکالت پر اجرت لینے کی گنجائش ہے،

وشركة الاعمال جائزة بلاخلاف بين أصحابنا لان مبناها على الوكالة والوكالة علىٰ هذا الوجه جائزة بأن يوكل خياط أوقصار وكيلاً يتقبل له عمل الخياطة والقصارة وكذايجوز لكل صانع يعمل بأجر أن يوكل وكيلاًيتقبل العمل

(بدائع الصنائع ۱۳/ ۹۸ کتاب الشرکۃ)

ترجمہ: اعمال میں شرکت بالاتفاق جائز ہے، اس لئے کہ اس کی بنیاد وکالت پر ہے، اور وکالت اس طریق پر جائز ہے کہ کسی درزی یا دھوبی کو وکیل بنایا جائے جو دھوبی یا درزی کے عمل کو قبول کرے، یہی حکم ہر صنعت کار کا ہے جو اجرت پر کام کرتا ہو اس کو ایسے عمل کا وکیل بنایا جاسکتا ہے جس کو وہ قبول کرلے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اجرت پر وکالت کی بحث کے لئے درج ذیل کتابوں کی طرف مراجعت فرمائیں:

(حاشیۃ ابن عابدین ۵/۴۹۴، تبیین الحقائق ۴/۲۵۴، الشرح الکبیر للدردیر ۳/ ۳۷۷، مغنی المحتاج ۲/ ۲۱۷، المغنی لابن قدامۃ ۷/ ۲۹۷، نیل الاوطار ۷/ ۱۰)

علاوہ ازیں عہد نبوت اور عہد خلافت راشدہ میں زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے باقاعدہ عمال مقرر تھے اور اس پر ان کو اجرت بھی ملتی تھی مثلاً:

طبقات ابن سعد میں ہے کہ نبی کریم ﷺ صدقہ وصول کرنے کے لئے چند افراد عرب کے مختلف علاقوں میں ۹ھ میں ہلال حرم میں روانہ فرمائے

(التلخیص الحبیر للعسقلانی ۲/ ۳۵۶ ط دار الکتب العلمیہ)

ابوداؤ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے ابو مسعود کو مقرر فرمایا (ابوداؤد ا/ ۱۳۵ کتاب الخراج والامارۃ والفیء باب فی غلول الصدقۃ حدیث نمبر ۲۹۴۷)

مسند احمد میں ابوجہم بن حذیفہؓ، عقبہ بن عامرؓ، ضحاک بن قیسؓ کے اسماء گرامی ملتے ہیں۔

(مسند احمد ۴/ ۱۴۰، ۱۵۷، ۲/ ۲/ ۷۲)

مستدرک حاکم میں حضرت قیس بن سعدؓ اور حضرت ولید بن عقبہؓ (قبیلہ بنی مصطلق کی طرف) کے نام ہیں

(مستدرک حاکم ا/ ۳۹۸)

عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں بھی اس کام کے لئے افراد مقرر تھے۔

(بخاری ۴/ ۹۲، مسلم ۲/ ۶۷۶، سنن بیہقی ۴/ ۱۱۰)

بعض روایتوں میں ابن اللتبیہ الازدی، ابن السعدی وغیرہ ناموں کی تصریح بھی ملتی ہے۔

(بخاری کتاب الزکاۃ ۴/ ۱۳۶، کتاب الاحکام ۱۳/ ۵۰، ۵۱)

سرمایہ پر کمپنی کا قبضہ، قبضۂ ضمان

اس صورت میں (جبکہ کمپنی اجرت پر کام انجام دے) سرمایہ پر کمپنی کا قبضہ، قبضۂ ضمان قرار پائے گا، اور کسی طرح کی کوتاہی یا لاپرواہی ثابت ہونے پر کمپنی ضامن قرار پائے گی، ہدایہ میں ہے:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وعلیٰ ھٰذا سائر الوکالات والبیاع والسمسار یجبران علی التقاضی لانھما یعملان باجرۃ عادۃ (ہدایہ فصل فی العزل والقسمۃ ۳/ ۲۰۹ ط المکتبۃ الاسلامیۃ)

ترجمہ: وکالت کی تمام صورتوں کا یہی حکم ہے، خرید وفروخت کرانے والے اور دلال کو ادائیگی پر مجبور کیا جائے گا اس لئے کہ وہ عموماً اجرت پر کام کرتے ہیں۔

اس مضمون کی عبارت فتاوی ہندیہ ۳/ ۵۶۷، عقد الجواہر الثمینۃ ۲/ ۶۸۷، روضۃ الطالبین ۴/ ۳۲۵، کشف القناع ۳/ ۴۸۴ وغیرہ میں بھی موجود ہے۔

کمپنی کی اجازت کے بغیر فسخ عقد کی اجازت نہیں

☆ دوسری طرف عقد وکالت اصولی طور پر اگرچہ عقد جائز ہے لازم نہیں ہے لیکن اس کے باوجود عقد وکالت مکمل ہوجانے کے بعد ممبران (موکلین) کو اجازت نہ ہوگی کہ کمپنی (وکیل) سے اس کی مرضی اور اجازت کے بغیر یک طرفہ طور پر علٰحدگی اختیار کریں اور طے شدہ معاملہ کو منسوخ کریں اس لئے کہ:

(۱) اس سے دوسرے کا حق متعلق ہوچکا ہے فسخ عقد میں غرر اور ضرر دونوں کا اندیشہ ہے جس کی شریعت میں اجازت نہیں، حدیث پاک میں ہے:

لاضرر ولاضرار (موطا امام مالک ص ۴۶۴، مسند احمد ۱/ ۳۱۳، ۵/ ۳۲۷، ابن ماجہ ۲/ ۷۸۴)

جمہور حنفیہ ومالکیہ کی رائے یہی ہے اور امام شافعیؒ واحمدؒ کا بھی ایک ایک قول یہی ہے

(بدائع الصنائع ۱۲/ ۷۹۴ باب ما یخرج بہ عن الوکالۃ، فتح القدیر لابن ہمام فصل فی الوکالۃ بحث فی الشراء ۱۸/ ۲۷، تبیین الحقائق ۴/ ۲۸۷، مواہب الجلیل ۵/ ۱۸۷، بدایۃ المجتہد ۲/ ۴۸۹، روضۃ الطالبین ۴/ ۳۳۰)

(۲) اگر اس معاملہ کو وعدۂ ملزمہ یا ہبہ بالعوض پر قیاس کیا جائے تو بھی اس عقد کو طرفین کی رضامندی کے بغیر ختم نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ ان صورتوں میں نتیجہ کے لحاظ سے یہ عقد معاوضہ بن جاتا ہے جیسا اس کی بحث گزشتہ صفحات میں آچکی ہے (الہدایہ مع شرح العنایہ ۹/ ۴۰ ط مصطفیٰ الحلبی، شرح الخرشی ط بولاق مصر ۷/ ۱۰۲)

(۳) اگر مالکیہ کے نقطۂ نظر التزام بالتبرع پر انشورنس کے مسئلے کو قیاس کیا جائے تو بھی تبرع واحسان کے التزام کے بعد اس سے مکرنے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی، جیسا کہ اس کا حوالہ پیچھے گذر چکا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بچی ہوئی آمدنی ممبران کی ملک

☆ چونکہ یہ مکمل سرمایہ پالیسی خریدنے والوں کی ملک ہوگی، کمپنی اس کی مالک نہیں بلکہ صرف وکیل ہوگی اس لئے نفع ونقصان میں تمام ممبران شریک ہونگے اور انتظامی اخراجات اور آفات ونقصانات میں حسب شرائط معاوضات کی ادائیگی کے بعد بچا ہوا سرمایہ ممبران کو ان کے سرمایہ کے تناسب سے واپس کیا جائے گا اور اس کے بعد بھی کچھ رہ جائے تو جملہ شرکاء کی اجازت سے اس کو کسی کار خیر میں لگایا جاسکتا ہے یا اس کو ریزروکوٹے میں رکھا جائے جو کبھی ہنگامی صورت میں کام آئے اس کو عربی میں احتیاطی کہا جاتا ہے۔

سرمایہ کاری شرعی مضاربت کے اصول پر کی جائے

☆ جمع شدہ سرمایہ کو مضاربت کے شرعی ضوابط کے مطابق کاروبار میں لگایا جائے جو کتب فقہ میں معروف ہیں، اس میں کمپنی کی حیثیت مضارب کی اور پالیسی ہولڈرز کی حیثیت رب المال کی ہوگی اور مقررہ شرائط کے ساتھ مقررہ تناسب پر منافع کی تقسیم عمل میں آئے گی جس میں کسی طرح کی خیانت، لاپرواہی یا غرروضرر کا معاملہ روانہ رکھا جائے،

اس تناظر میں اس کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ سرمایہ کو سرمایہ کاری کے لئے دینا اگرچہ ایک اختیاری عمل ہے لیکن معاملہ شروع ہوجانے کے بعد یہ اختیاری نہیں رہتا، فقہاء مالکیہ کے نزدیک یہ عقد ملزم بن جاتا ہے، حنفیہ کے نزدیک جواز فسخ کے لئے دوسرے فریق کی رضامندی شرط ہے، اس لئے کہ اس سے دوسرے کا حق متعلق ہوجاتا ہے، اور دوسرے کو اس سے ضرر پہونچ سکتا ہے، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ سرمایہ نقد کی صورت میں موجود ہو، اگر سرمایہ سامان وعروض میں تبدیل ہوجائے تو بھی مضاربت کو ختم کرنا ممکن نہ ہوگا (بدایۃ المجتہد ط بیروت دارالجبل ۲/۳۹۰، ۳۹۱، بدائع الصنائع ۱۳/۲۶۴) شافعیہ اور حنابلہ اس معاملے میں بہت نرم ہیں (الشرح الصغیر ۳/ ۷۰۵، ۷۰۶، روضۃ الطالبین ۵/ ۱۴۱)

اقساط ومعاوضات میں یکسانیت ضروری نہیں

☆ اسلامی انشورنس کا یہ طریقہ چونکہ عربوں کے طریقۂ نہد سے قریب ہے جس کی سرکار دوعالم ﷺ نے تحسین فرمائی ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ اقساط ومعاوضات کی ادائیگی میں تناسب ویکسانیت ضروری نہیں ہے، اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لئے کہ اس کی بنیاد اصلاً معاوضہ پر نہیں بلکہ تبرع واحسان پر ہے اس لئے اس میں توسع کی گنجائش ہے اوراس کو نہ غرر کہا جائے گا، نہ ضرر، نہ ظلم وعدوان اور نہ ربا نہ قمار۔

نیز شرکت کے اکثر معاملات میں اس قدر تمایز عموماً آسان نہیں ہوتا، اخراجات اور جدوجہد میں تمام شرکاء کا برابر حصہ نہیں ہوتا، جوایک واضح حقیقت ہے مگر اس کے باجود شریعت مطہرہ نے معاملات میں شرکت کی اجازت دی ،اس کی علت بھی تعاون باہم ہی ہے،اس لئے کہ کئی ایسے معاملات ہیں جن کو تنہا شخص انجام نہیں دے سکتا ان میں کئی افراد کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے،

حسابات میں شفافیت

☆ حسابات کا شفاف نظام رکھا جائے ،جس میں کم ازکم دو حسابات بنیادی ہیں،ایک میں کمپنی میں سرمایہ جمع کرنے اورآفات وبلیات کے وقت معاوضات کی ادائیگی کی مکمل تفصیلات ہوں اوردوسرے میں سرمایہ کاری اور تقسیم منافع کی تفصیلات ہوں،ان دونوں حسابات کے علاوہ اوربھی ضمنی حسابات کی ضرورت ہوتو وہ بھی پوری امانت داری کے ساتھ تیار کئے جائیں،اگرکسی مد میں وقتی طور پر سرمایہ کی کمی ہوتو دوسرے مد سے قرض لیا جاسکتا ہے بشرطیکہ لین دین کا سارا حساب شفافیت کے ساتھ رکھا جائے۔

معاملات ومسائل میں حقیقی اشتراک

☆ نفع ونقصان اور ذمہ داری واستحقاق دونوں چیزوں میں کمپنی انتظامیہ اورسرمایہ جمع کرنے والے ممبران کا مکمل اور حقیقی اشتراک ہونا چاہئے،حالات کے تغیرات اور عالمی قدروں کی تبدیلیوں کی بنا پر جو مسائل پیدا ہوں ان کا مقابلہ بھی سب کو مساوی طور پر کرنا ہے،کوئی ذمہ داری کسی فریق پر یک طرفہ عائد نہیں ہوگی۔

☆ بہتر یہ ہے کہ کمپنی کے بنیادی مسائل میں ممبران کی بھی نمائندگی ہو بایں طور کہ سرمایہ کے تناسب سے چند افراد کو منتخب کرلیا جائے جو کمپنی کی انتظامی کمیٹی کا تعاون کریں،اس سے دونوں طرف اعتماد بحال رہے گا،اور کمپنی کا نظام استحکام کے ساتھ جاری رہے گا۔

ریزروفنڈ

☆ دنیا میں موجود بعض تکافلی کمپنیوں میں ریزروفنڈ کا سسٹم رائج ہے،جس کو عربی میں احتیاطی کہا جاتا ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یہ ہنگامی حالات میں کمپنی کو مالی بحران اور دیوالیہ پن سے بچانے کے لئے معاون ثابت ہوتا ہے،اس سسٹم کی افادیت کا جائزہ لیتے ہوئے اس سے استفادہ کیا جانا چاہئے۔

قانونی ماہرین کی ایک ٹیم

☆کسی بھی مالی ادارے کو عام طور پر جن خطرات سے دوچار ہونا پڑتا ہے(مثلاً قدرتی آفات سیلاب ،طوفان اور زلزلہ وغیرہ،جدید صنعتی خطرات الیکٹرک یا الیکٹرانک مسائل،ابلاغ وترسیل کے جدید وسائل کا بحران وغیرہ،ارضی یا فضائی درجۂ حرارت کے اتار چڑھاؤ سے پیدا شدہ ہنگامی صورت حال،کمپنی کے بیرون یا اندرون خیانت وبدعملی کی سازشیں،دوسری غیر اسلامی انشورنس کمپنیوں کے مقابلہ جاتی چیلنجز،اسلامی انشورنش کمپنیوں کے مضبوط پس منظر کا فقدان،حساب کتاب کی شفافیت کا فقدان،انتظامی معاملات یا سرمایہ کاری میں صحیح شرعی خطوط سے انحراف اور سود پر چلنے والے بینکوں سے مالی تعاون،عالمی یا وقتی قانونی رکاوٹیں،نفع ونقصان میں اعداد وشمار کا بحران وغیرہ)ان پر نگاہ رکھنے اور مشکلات کا حل نکالنے کے لئے ماہرین کی ایک ٹیم ہونی چاہئے جو اس محاذ پر کمپنی کو تعاون دے سکے۔

یہ چند بنیادی خطوط ہیں جن پر اسلامی انشورنس کمپنی کی تاسیس عمل میں آئے تو ایک مبارک اور جائز قدم ہوگا،عالم اسلام کے متعدد علمی وفقہی اداروں (مثلاً ہیئۃ کبار العلماء،مجمع الفقہ الاسلامی جدہ وغیرہ) نے تجارتی انشورنس کے مقابلے میں مذکورہ بالا شرطوں کے ساتھ تعاونی انشورنس کی اجازت دی ہے اور اس قسم کی کمپنی کی سفارش کی ہے،مگر ایسا نہ ہو کہ صرف نام اسلامی رکھ لیا جائے اور اس کو دوسری غیر اسلامی اداروں کی طرح شریعت کے تقاضوں سے قطع نظر محض سرمایہ اکٹھا کرنے کا ذریعہ بنا لیا جائے تو یہ عام تجارتی کمپنیوں سے بھی زیادہ خطرناک اور گمراہ کن ہوگا ،بعض عرب محققین نے ایسی کئی کمپنیوں کی نشاندہی کی ہے جو اسلام یا تعاون کا لیبل لگا کر اسی طریق کار پر عمل پیرا ہیں جو غیر اسلامی انشورنس کمپنیوں کا ہے،اس لئے اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

مسلم ملکوں میں اس قسم کے متعدد تجربات شروع ہوئے ہیں ضرورت ہے کہ ہندوستان جیسے غیر مسلم ملکوں میں بھی اس طرف پیش رفت کی جائے اور قانونی ماہرین سے مشورہ کر کے کوئی مناسب اور متبادل لائحۂ عمل تیار کیا جائے واللہ المستعان۔

اختر امام عادل قاسمی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com